خلیج کے تنازعہ کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل کریں

اسلامی ممالک کو انتباہ اور عراق کی تباہی کی خبر

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷/اگست ۱۹۹۰ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

شرقِ اوسط جسے ہم عرفِ عام میں مشرقِ وسطیٰ بھی کہتے ہیں، اس کے حالات دن بدن خراب سے خراب تر ہوتے چلے جارہے ہیں اور چونکہ یہ تقریباً تمام تر مسلمان علاقہ ہے، اِس لئے تمام دُنیا کے مسلمانوں کو اس بارے میں تشویش لازمی ہے اور چونکہ وہ مقدس مقامات جو مسلمانوں کو دنیا میں ہر دوسری چیز سے زیادہ پیارے ہیں یعنی مکّہ اور مدینہ جہاں کسی زمانے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم پھرا کرتے تھے اور جن کی فضاؤں کو آپؐ کی سانسوں نے معطر اور مبارک فرمایا تھا وہ ارضِ مقدسہ بھی ہر طرف سے خطروں اور سازشوں میں گھری ہوئی ہے۔

پس اس لحاظ سے آج سارا عالم اسلام گہرا کرب محسوس کرتا ہے لیکن سب سے زیادہ گہرا کرب درحقیقت جماعت احمدیہ ہی کو ہے کیونکہ آج دُنیا میں اسلام کی سچی اور مخلص نمائندگی کرنے والی جماعت صرف جماعتِ احمدیہ ہی ہے۔ جب مَیں کہتا ہوں کہ صرف جماعتِ احمدیہ ہی ہے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی بے خبر انسان اس سے یہ خیال کرے کہ ایک جھوٹی تعلّی ہے، ایک دعویٰ ہے اور ایک ایسی بات ہے جو دوسرے مسلمان فرقوں کو متنفر کرنے والی ہوگی اور وہ یہ سمجھیں گے کہ یہی اسلام کے علمبردار اور ٹھیکے دار بنے پھرتے ہیں۔ گویا ہمیں اسلام سے سچی ہمدردی نہیں لیکن جیسا کہ میں حالات

کا تجزیہ آپ کے سامنے رکھوں گا اُس سے یہ بات کھل کر واضح ہو جائے گی کہ آج اگر حقیقت میں اسلام کا درد کسی جماعت کو دُنیا میں ہے تو وہ جماعت احمد یہ ہی ہے۔

آج کے زمانے کی سیاست گندی ہو چکی ہے۔ انصاف اور تقویٰ سے عاری ہے۔ وہ مسلمان ریاستیں جو اسلام کے نام پر اپنی برتری کا دعویٰ کرتی ہیں اُن کی وفا بھی آج اسلامی اخلاق سے نہیں اور اسلام کے بلند و بالا انصاف کے اصولوں سے نہیں بلکہ اپنی اغراض کے ساتھ ہے۔ اسی وجہ سے عالم اسلام کے طرز عمل میں آپ کو تضاد دکھائی دے گا اور سوائے جماعت احمدیہ کے جتنے بھی دنیا کے فرقے ہیں آج وہ کسی نہ کسی اسلامی ریاست کے ساتھ دھڑے بنا چکے ہیں اور کسی نہ کسی ایک کو اپنی تائید کے لئے اختیار کر چکے ہیں حالانکہ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسلامی اقدار سے وفا کی جائے۔ اگر اسلام سے سچی محبت ہو تو محض اُن تقاضوں سے وفا کی جائے جو اسلام کے تقاضے ہیں جو قرآن کے تقاضے ہیں، جو سُنّتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے تقاضے ہیں اور ان تقاضوں کی روشنی میں جب ہم موجودہ سیاست پر غور کرتے ہیں تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق پر نہ مسلمانوں کی سیاست کی بنیاد دکھائی دیتی ہے نہ غیروں کی سیاست کی۔ غیر قومیں انصاف کے نام پر بڑے بڑے دعاوی کر رہی ہیں۔ گویا وہی ہیں جو دنیا میں انصاف کو قائم رکھنے پر مامور کی گئی ہیں اور اُن کے بغیر اُن کی طاقت کے بغیر انصاف دنیا سے مٹ جائے گا اور مسلمان ریاستیں اسلام کے نام پر بڑے بڑے دعاوی کر رہی ہیں مگر جب آپ تفصیل سے دیکھیں تو انصاف کا یعنی اُس انصاف کا جو قرآن کریم پیش کرتا ہے ایک طرف بھی فقدان ہے اور دوسری طرف بھی فقدان ہے۔

اب جو صورت حال اس وقت ظاہر ہوئی ہے، میں اب خاص طور پر اُس کے حوالے سے بات کرتا ہوں۔ عراق نے کسی شکوے کے نتیجے میں ایک چھوٹی سی ملحقہ ریاست پر حملہ کر دیا اور اس حملے کے نتیجے میں جو مسلمان ریاست پر حملہ تھا آناً فاناً پیشتر اس سے کہ دنیا باخبر ہوتی اس پر مکمل قبضہ کر لیا اور اس کے نتیجے میں اچانک تمام دُنیا میں ایک ہیجان برپا ہوا اور وہ لوگ جو اسی قسم کے دوسرے واقعات پر نہ تکلیف محسوس کیا کرتے تھے، نہ کسی ہیجان میں مبتلا ہوتے تھے، نہ غیر معمولی مدد کے لئے دوڑے چلے آتے تھے، کویت کے لئے اُن کی ہمدردیاں اس زور سے چمکی ہیں اور اس شدت کے

ساتھ اُن کے اندر ہیجان پیدا ہوا ہے کہ اس زمانے کی تاریخ میں اس کی کوئی اور مثال دکھائی نہیں دیتی۔ یہ جو عرصہ اب تک گزر چکا ہے اس کے دیگر حالات پر تو میں مزید روشنی نہیں ڈالنی چاہتا جو اخبار بین لوگ ہیں وہ جانتے ہیں کیا ہو رہا ہے مگر محض اس حوالے سے کہ اسلام کے تقاضے یا اسلامی انصاف کے تقاضوں کا کہاں تک خیال رکھا جا رہا ہے یا کہاں تک موجودہ سیاست ان سے عاری ہے، اس پہلو سے مَیں چند باتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

جب امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے پوری طرح سے بغداد کی حکومت کو غیر مؤثر کرنے اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنے کے لئے اقدامات شروع کئے تو دن بدن یہ محسوس ہونے لگا کہ یہ عظیم اسلامی مملکت ایسے خطرناک حالات سے دوچار ہونے والی ہے کہ جس سے نبرد آزما ہونا اس کے بس میں نہیں رہے گا۔ اس وجہ سے مجھے بھی لازماً غیر معمولی طور پر تشویش بڑھتی رہی اور میں بڑی گہری نظر سے جائزہ لیتا رہا کہ کس قسم کی گفت وشنید چل رہی ہے اور کیا حل پیش کئے جا رہے ہیں۔ حال ہی میں جب شاہ حسین جو شرقِ اُردن کے بادشاہ ہیں انہوں نے امریکہ کا دورہ کیا تو پہلے تو یہ خیال تھا کہ کوئی خط لے کر گئے ہیں۔ بعد میں پتا لگا کہ خط وَط تو کوئی نہیں ویسے ہی وہ کچھ پیغامات لے کر، کچھ تجاویز لے کر گئے ہیں۔ اس ضمن میں جو ٹیلی ویژن اور ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے امریکہ کے صدر نے اور عراق کے صدر صدام حسین صاحب نے ایک دوسرے کے لئے زبان استعمال کی یا ایک دوسرے پر الزامات لگائے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالات کتنے ہیجان آمیز ہیں اور کس حد تک دنیا کی عظیم مملکتوں کے سربراہ بھی عام وقار سے اُتر کر گھٹیا باتوں پر آجاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے اُن کے بیانات سُن کر کس طرح ایک دوسرے کے اوپر غلیظ زبان استعمال کی جا رہی ہے۔ جھوٹا، گندے کردار والا، دھوکے باز، اس قسم کے الفاظ اور واقعہ اس کے پیچھے یہ ہے کہ ایک چھوٹی سی ریاست پر جو ایک مسلمان ریاست تھی، ایک بڑی مسلمان ریاست نے قبضہ کیا ہے۔ دنیا میں دوسری جگہ اتنے بے شمار ایسے واقعات اس سے بہت زیادہ خوفناک صورت میں ظاہر ہوئے ہیں اور ہوتے چلے جا رہے ہیں کہ اُن کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو یہ واقعہ اس کے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتا لیکن لازماً اس کے پیچھے بہت سے محرکات ہیں جن کے نتیجے میں اس کو اتنا غیر معمولی طور پر اُچھالا گیا۔

بہر حال قبضہ تو ہو چکا اس کے بعد اس قبضے کو ہضم کرنے کا معاملہ تھا اور جتنا شدید ردّ عمل دنیا

میں ظاہر ہوا ہے اس کے نتیجے میں عراق کے صدر صدام حسین صاحب نے امریکہ کو یہ کہلا کے بھجوایا کہ اگر تم واقعۃً انصاف چاہتے ہو تو پھر اس سارے علاقے میں انصاف برتا جائے اور ہم تیار ہیں کہ ہم اپنی چھوٹی برادر ریاست کی حکومت کو پہلے کی طرح بحال کرتے ہیں جو خاندان اس ریاست پر فائز تھا اُس کے سپرد دوبارہ اس ملک کی باگ ڈور کر دیتے ہیں اور پہلے کی طرح تمام حالات بحال کر دیئے جائیں گے۔ اس علاقے میں اور بھی اس قسم کی باتیں ہیں اور بھی اِسی قسم کے ناجائز قبضے ہیں جو تمہارے اتفاق کے ساتھ یا تمہارے اتحاد اور تمہاری سرپرستی کے ساتھ ہوئے ہیں تم اُن کو بھی اس ناجائز تسلط سے آزاد کراؤ۔ مثلاً اُردن کے مغربی ساحل پر یہود کا جو قبضہ ہے جسے دن بدن وہ زیادہ مستحکم کرتے چلے جارہے ہیں اور اب روسی مہاجرین کو وہاں آباد کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس علاقے پر بھی غیروں کا قبضہ ہے بلکہ ایسے غیروں کا قبضہ ہے جو ہم مذہب بھی نہیں۔ ایسے غیروں کا قبضہ ہے جن سے عرب کو شدید دُشمنی ہے اور اس قبضے کو وہ مستقل صورت دیتے چلے جارہے ہیں اور تمہارے مغرب کے اخلاق نے اس ضمن میں کوئی ردّ عمل نہیں دکھایا۔ مغرب کے انصاف کے تصور کے سر پر جوں تک نہیں رینگی اس لئے اُس کو بھی شامل کرو اور پھر شام (Syria) ایک اسلامی مُلک ہے اُس نے لبنان میں اپنی فوجیں بھیجیں، وہاں تسلط کیا۔ بار بار جب چاہے وہاں فوجیں بھجواتا ہے اور جو چاہے وہاں کرتا ہے اُس کو بھی باز رکھا جائے اور اس کی فوجوں کو واپسی کے لئے مجبور کیا جائے۔ اس قسم کے یہ واقعات جو اسی علاقے سے تعلق رکھنے والے ہیں اُن کو ساتھ ملا کر غور ہونا چاہئے۔ جہاں تک صدام حسین صاحب کی اس بات کا تعلق ہے، نہایت معقول ہے اور اگر انصاف کے تقاضوں کے پیش نظر بات کرنی ہے تو پھر خصوصیت کے ساتھ اس علاقے میں رونما ہونے والے سارے واقعات کو یکجائی صورت میں دیکھنا ہوگا۔

اسی تعلق میں کچھ اَور باتیں بھی ہیں۔ صدام حسین صاحب نے اگر انصاف اور تقویٰ کی نظر سے دیکھا جائے تو کویت پر جو حملہ کیا ہے اس کی کوئی جائز وجہ نہیں ہے لیکن جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اُس سے کم جائز وجہ یہودیوں کے پاس ہے کہ وہ اُردن کے مغربی ساحل پر قبضہ مستقل بنالیں اور اس علاقے کو ہمیشہ کے لئے ہتھیالیں لیکن اس کے علاوہ بھی بعض مظالم اُن کی طرف منسوب ہوئے۔ مثلاً مغربی پریس نے یہ بات بہت ہی بڑھا چڑھا کر پیش کی کہ ایک انگریز کو نکلنے کی کوشش میں سرحد پار

کرتے ہوئے یعنی مُلک چھوڑنے کی کوشش میں انہوں نے گولیوں سے ہلاک کر دیا۔ یہ ایک واقعہ ہے۔اس کے مقابل پر لبنان میں یا دیگر علاقوں میں یہود نے جو مسلسل مظالم کئے ہیں اور پھر یہودی ہوائی جہازوں نے عراق ہی کے ایٹمی پلانٹس کو جس طرح دن دھاڑے بڑی بے حیائی کے ساتھ تباہ و برباد کیا، ان سارے واقعات کو مغربی دنیا نے نظر انداز کیا ہوا ہے اور اس کے خلاف ایک انگلی تک نہیں اُٹھائی۔ایک علاقے میں ایک شخص مارا جاتا ہے، اس کے اوپر دنیا کے سارے اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن پر شور پڑ جاتا ہے کہ ظلم کی حد ہوگئی ہے۔ ہزار ہا بوڑھے، بچے، جوان جو کیمپوں میں بالکل نہتے پڑے ہوئے ہیں اُن کو جب بالکل مظلوم حالت میں تہہ تیغ کر دیا جاتا ہے اور بچوں کے سر پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پھوڑے جاتے ہیں، بلبلاتی ہوئی ماؤں کے سامنے اُن کے بچے ذبح کئے جاتے ہیں اور پھر اُن ماؤں کی باری آتی ہے۔لبنان کے ایک کیمپ میں اتنا ہولناک واقعہ گزر گیا ہے اور اس پر کسی نے کوئی شور نہیں مچایا۔تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ انصاف کی باتیں ہیں یا اور باتیں ہیں۔محرکات اگر انصاف پر مبنی ہیں تو پھر انصاف تو ایک ہی نظر سے سب دنیا کو دیکھتا ہے۔انصاف کے پیمانے بدلا نہیں کرتے۔

اِسی طرح عراق میں یہ مشہور کیا گیا کہ بعض انگریز ایئر ہوسٹسز (Air Hostesses) کے ساتھ وہاں کے فوجیوں نے انتہائی بہیمانہ سلوک کیا اور اُن کی آبروریزی کی اور اس پر بہت شور پڑا ہے۔کشمیر میں گزشتہ کئی مہینوں سے مسلسل مسلمان عوام اور غریب عورتوں اور بچوں پر شدید مظالم توڑے جارہے ہیں اور آبروریزی کے واقعات اِس کثرت سے ہو رہے ہیں اور ایسے دردناک واقعات ہیں کہ وہ جو مجھے اطلاعیں ملتی ہیں ان کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل لرز اُٹھتا ہے کہ ایسے بہیمانہ اور سفاکانہ سلوک بھی دنیا میں کئے جاسکتے ہیں۔کون سے مغربی ممالک ہیں جنہوں نے اس معاملے پر ہندوستان کو ملامت کا نشانہ بنایا ہو اور کون سا مغربی میڈیا ہے جس نے ان باتوں کو نمایاں کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہو؟ جہاں روزانہ بیسیوں ایسے ظالمانہ واقعات ہوتے ہیں اور ہوتے چلے جارہے ہیں اُن سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور یہ واقعہ جو کہا جاتا ہے کہ عراق میں ہوا ہے، اس کے اوپر اتنا شور پڑا اور اس شور کے مدھم ہونے سے پہلے ہی یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ وہ سب جھوٹ تھا اور ایک فرضی بات تھی۔

دوسری طرف عراق بھی جو اسلامی انصاف کے تقاضے ہیں اُن پر پورا نہیں اُتر رہا۔ اسلام ہر گز اجازت نہیں دیتا کہ خواہ لڑائی ہو اور خواہ جس قوم سے تمہاری لڑائی ہو رہی ہے، اُس قوم سے تعلق رکھنے والے لڑائی کے دَوران تمہارے مُلک میں آباد ہوں تم ان کو کسی قسم کا Hostage بناؤ، کسی قسم کی سودا بازی کے لئے ان کو استعمال کرو یا اُن پر کوئی ایسا ظلم کرو جو تقویٰ کے خلاف ہے یعنی ظلم فی ذاتہٖ تقویٰ کے خلاف ہے۔ مراد یہ ہے کہ اُن کے ساتھ ہر قسم کی زیادتی سے اسلام منع کرتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ساری زندگی اور اس زندگی میں ہونے والے تمام غزوے گواہ ہیں کہ ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ جس قوم کے ساتھ اسلام کی فوجیں برسرِ پیکار تھیں اُن کے آدمی جو مسلمانوں کے قبضہ قدرت میں تھے اُن سے ایک ادنیٰ بھی زیادتی ہوئی ہو، وہ کلیۃً آزاد تھے۔ جس طرح چاہتے زندگی بسر کرتے اور کسی ایک شخص نے، کسی فردِ واحد نے بھی اُن پر کبھی کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ اسلام تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ اگر کوئی پناہ مانگتا ہے تو خواہ وہ دُشمن قوم سے تعلق رکھنے والا ہو اُس کو پناہ دو لیکن عراق نے اسلام کے اس اعلیٰ اخلاق کے پیمانے کو کلیۃً نظر انداز کرتے ہوئے اعلان کیا کہ تمام برٹش قوم سے تعلق رکھنے والے جو کسی حیثیت سے کویت میں یا عراق میں زندگی بسر کر رہے تھے اور تمام امریکن جو ان علاقوں میں موجود تھے اُن کو نہ ملک چھوڑنے کی اجازت ہے، نہ اپنے گھروں میں رہنے کی اجازت ہے، وہ فلاں فلاں ہوٹل میں اکٹھے ہو جائیں۔ اسی طرح دیگر غیر ملکیوں کو بھی جو اسلامی ممالک سے تعلق رکھنے والے ہیں اُن کو بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔

اب ظاہر بات ہے کہ جس طرح یہ معاملہ آگے بڑھ رہا ہے، ان کو Hostages کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اب یہ بات اپنی ذات میں کلیۃً اسلامی اخلاق تو درکنار، دُنیا کے عام مروّجہ اخلاق کے بھی خلاف ہے اس لئے اخلاق ہیں کہاں؟ آج کی سیاست میں کونسا ایک مُلک ہے خواہ وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی ہو جس کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہوں کہ یہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر پورا اُترتا ہو یا اسلامی اخلاق کے ادنیٰ معیار پر بھی پورا اُترتا ہو۔ ہر طرف رخنے ہیں۔ اب حال ہی میں یہ جو Unitednation کے ریزولیوشنز کو بہانہ بنا کر تمام طرف سے عراق کا Blockage کیا گیا یعنی فوجی اقدام کے ذریعے عراق میں چیزوں کا داخلہ بھی بند کیا گیا اور وہاں سے چیزوں کا نکلنا بھی بند کیا گیا۔ اس میں دو قسم کی اخلاقی زیادتیاں ہوئی ہیں جو بہت ہی خطرناک ہیں۔ ایک یہ کہ یونائیٹڈ نیشنز

نے ہر گز کھانے پینے کی اور ضروریاتِ زندگی کی اشیاء کو بائیکاٹ میں شامل نہیں کیا تھا۔ دوسرے یونائیٹڈ نیشنز نے ہرگز یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ اگر کوئی ملک بائیکاٹ نہ کرنا چاہے تو اُسے زبردستی بائیکاٹ کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اب ان دونوں باتوں میں امریکہ بھی اور انگلستان بھی یہ کھلی کھلی دھاندلی کر رہے ہیں۔ ایک طرف عراق پر بداخلاقی کا الزام ہے جو ہم مانتے ہیں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے بداخلاقی ہے، لیکن دوسری طرف اس دوسرے سانس میں خود ایک ایسی خوفناک بداخلاقی کے مرتکب ہوتے ہیں جو بظاہر ڈپلومیسی کی زبان میں لپٹی ہوئی اور اتنی نمایاں طور پر خوفناک دکھائی نہیں دیتی مگر امر واقعہ یہ ہے کہ بغداد کی حکومت نے جو چار ہزار انگریز اور دو ہزار امریکن یا اس کے لگ بھگ جتنے بھی ہیں اُن لوگوں کو پکڑ کر اپنے پاس Hostage کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ اگر ان کو بالآخر خدانخواستہ ظالمانہ طور پر وہ ہلاک بھی کر دیں تو بھی یہ ظلم جو انگریز اور امریکہ مل کر عراق پر کر رہے ہیں یہ اُس سے بہت زیادہ بھیانک جُرم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اب اس جرم کے دائرے میں یعنی اس جرم کے نشانے کے طور پر Jorden کو بھی شامل کیا جا رہا ہے۔

شرق اُردن ایک ایسا مُلک ہے جو ہمیشہ مغرب کا وفادار رہا ہے بلکہ قابلِ شرم حد تک وفادار رہا ہے اور سب سے زیادہ وفادار اس علاقے میں جو اسلامی ریاست تھی وہ یہی ریاست تھی۔ ویسے تو وفا میں سعودی عرب ان سے بڑھ کر ہے لیکن اس کا معاملہ صرف وفا کا نہیں۔ سعودی عرب کے تمام مفادات امریکن مفادات کے ساتھ ہم آہنگ ہو چکے ہیں اور ایک ہی چیز کے دو نام بنے ہوئے ہیں اس لئے وہاں وفا کا سوال نہیں مگر شرقِ اُردن جو ایک چھوٹا ملک ہے، یہ واقعۃً ایک لمبے عرصے سے مغربی دنیا کا مشہور وفادار مُلک چلا آ رہا ہے۔ انگریزوں کے ساتھ بھی گہرے دوستانہ بلکہ برادرانہ مراسم، امریکنوں کے ساتھ بھی اور اب تک ان کی اپنی فہرستوں میں اس مُلک کا نام ہمیشہ وفاداروں میں سرِ فہرست رکھا جاتا رہا۔ شرقِ اُردن کی مشکل یہ ہے کہ اگر وہ عراق کے ساتھ اقتصادی بائیکاٹ کرے تو خود مرتا ہے اور اس کے لئے زندگی کا کوئی اور چارہ نہیں رہتا اور پھر اگر اس کے نتیجے میں عراق اسے بہانہ بنا کر اس پر قبضہ کرنا چاہے تو شرقِ اُردن میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ چند گھنٹے اُس کا مقابلہ کر سکے اس لئے اُن کی یہ مجبوری ہے مگر اس مجبوری کو کلیۃً نظر انداز کرتے ہوئے مغرب نے شرقِ اُردن کو بھی اپنے جُرم کا نشانہ بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور یہ دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ اگر تم نے

عراق کا Blockage کرنے میں ہماری مدد نہ کی تو ہم تمہارا Blockage کریں گے اور اس Blockage میں چونکہ خوراک شامل ہے اس لئے بے شمار انسانوں کو ایڑیاں رگڑ ارگڑ اکر بھوکوں مارنے کا منصوبہ ہے یہاں تک کہ وہ کلیۃً ذلیل اور رسوا ہو کر اپنے ہر مؤقف سے پیچھے ہٹ جائے۔ خواہ وہ مبنی بر انصاف ہو یا مبنی بر انصاف نہ ہو اور صرف یہی نہیں اس کے بعد اور بھی بہت سے بدارادے ہیں جن کے تصوّر سے بھی انسان کی رُوح کانپ اُٹھتی ہے۔ اِس لئے سوال یہ ہے کہ کہاں انصاف ہے؟ مغربی دُنیا چونکہ ڈپلومیسی جس کو اسلامی اصطلاح میں دجل کہا جاتا ہے، دجل میں ایک درجۂ کمال تک پہنچی ہوئی ہے، آج تک بنی نوع انسان میں کبھی دجل کو اس بلندی تک نہیں پہنچایا گیا جس بلندی تک آج کی مغربی دنیا ڈپلومیسی اور سیاست کے نام پر دجل کو اپنے عروج تک پہنچا چکی ہے اس لئے اُن کے جرائم ہمیشہ پردوں میں لپٹے رہتے ہیں، ان کی زبان میں سلاست ہوتی ہے اور پروپیگنڈے کے زور سے اپنی باتیں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ان میں کچھ معقولیت دکھائی دینے لگتی ہے۔

بہر حال ایک طرف تو یہ حال ہے کہ یہ جو بحران ہے وہ دن بدن گہرا ہوتا چلا جارہا ہے اور بہت سے خطرات ایسے ہیں جو سر اُٹھا کر ظاہر ہونے لگے ہیں اور بہت سے ایسے خطرات ہیں جو ابھی سر اتنا نہیں اُٹھا سکے کہ عام انسانی نظر اُن کو دیکھ سکے لیکن اگر آپ گہری نظر سے مطالعہ کریں تو آپ کو وہ دکھائی بھی دے سکتے ہیں۔ ہمارا ایک چھوٹا سا مچھلیوں کا تالاب ہوا کرتا تھا، جب ہم وہاں جاتے تھے تو پہلی نظر سے تو صرف پانی کی سطح دکھائی دیا کرتی تھی پھر وہ مچھلیاں نظر آنے لگتی تھیں جو Surface کے قریب یعنی سطح کے قریب آ کر سر ٹکراتی ہیں لیکن جب غور سے دیکھتے تھے تو پھر سطح سے نیچے تہہ تک آہستہ آہستہ وہ مچھلیاں بھی دکھائی دینے لگتی تھیں جو پہلی اور دوسری نظر میں دکھائی نہیں دیتی تھیں۔ تو دُنیا کے سیاسی معاملات کا بھی یہی حال ہوا کرتا ہے۔ ایک سطحی نظر ہے جس سے عوام الناس دیکھتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد اُن کو وہ سر اُٹھاتی ہوئی مچھلیاں بھی دکھائی دینے لگتی ہیں لیکن اگر مومن کی نظر سے اور فراست کی نظر سے دیکھا جائے تو پاتال تک کے حالات دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس پہلو سے ابھی بہت سے خطرات ایسے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں ہوئے اور وقت اُن کو ظاہر کرے گا لیکن میری دُعا ہے اور مَیں آپ کو بھی اِس دُعا میں شامل کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان خطرات کو

عالمِ اسلام کے سر سے ٹال دے۔

اَب مسلمانوں کے گروہوں کا جہاں تک حال ہے یا مسلمانوں کے ردّعمل کا جہاں تک حال ہے یہ ایک نہایت ہی خوفناک اور افسوسناک ردّعمل ہے۔ میں نے ایک پچھلے خطبے میں یہ بات بہت کھول کر عالم اسلام کے سامنے پیش کی تھی اور اخباروں میں بھی وہ بیان جاری کئے خواہ وہ شائع ہوئے یا نہ ہوئے لیکن میں نے ہدایت کی تھی کہ مسلمان سربراہوں کو اُن ہدایات کا خلاصہ یا اُن مشوروں کا خلاصہ ضرور بھجوا دیا جائے۔ خلاصہ اُس کا یہ تھا کہ قرآن کی تعلیم کی طرف لوٹیں کیونکہ قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء: ۶۰) جب تم آپس میں اختلاف کیا کرو تو محفوظ طریق کار یہی ہے جس میں امن ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی طرف بات کو لوٹایا کرو۔ قرآن اور سنت جس طرف چلنے کا مشورہ دیں اسی طرف چلو اور اسی میں تمہارا امن ہے اور اسی میں تمہاری بقا ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ دُنیا کے سیاستدانوں کے ساتھ جوڑ توڑ کر کے اپنے معاملات طے کرنے کی کوشش کرو، قرآنی تعلیم کی طرف لوٹو اور قرآن کریم نے جو طریق کار واضح طور پر کھول کر بیان فرمایا ہے اس سے روشنی حاصل کرو اور وہ یہ ہے کہ صرف ایک قوم کے مسلمان نہیں بلکہ ہر ایسے جھگڑے کے وقت جس میں دو مسلمان ممالک ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہونے والے ہوں، تمام مسلمان ممالک اکٹھے ہو کر سر جوڑ کر اُس ایک مُلک پر دباؤ ڈالیں جو شرارت کر رہا ہو اُن کے نزدیک اور پھر انصاف کے ساتھ اُن دونوں کے معاملات سُن کر صلح کرانے کی کوشش کریں۔ اگر اس کے باوجود صلح نہ ہو اور ایک دوسرے پر حملہ کرتا ہے تو یہ مسلمان ممالک کا کام ہے کہ وہ اس ایک ملک کا مقابلہ کریں اور غیروں سے مدد کا کہیں ذکر نہیں فرمایا گیا۔ اگر اس تعلیم کو پیش نظر رکھا جاتا تو آج جو یہ حالات بد سے بدتر صورت اختیار کر چکے ہیں اور نہایت ہی خطرناک صورت اختیار کر چکے ہیں ان کی بالکل اور کیفیت ہوتی۔

قرآن کریم کی اِس تعلیم سے میں یہ سمجھتا ہوں اور مجھے کامل یقین ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو ایک مسلمان ملک خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اُس کے مقابل پر سارے مسلمان ملک مل کر یہ اجتماعی طاقت ضرور رکھیں گے اور ہمیشہ رکھتے رہیں گے کہ اگر وہ اپنی ضد پر قائم ہو تو اُسے بزور دبا دیا جائے اور اس کی اَنا توڑنے پر اُسے مجبور کر دیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآنِ کریم یہ تعلیم نہ دیتا۔ یہ

ایسی واضح اور قطعی تعلیم ہے جس میں اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ کوئی اسلامی ملک خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہوا گروہ سرکشی دکھاتا ہے اور تم باقی مسلمان ملک قرآنی تعلیم کے مطابق معاملات طے کرانے کی کوشش کرتے ہو اور وہ ضد کرتا ہے اور بغاوت اختیار کرتا ہے تو تمہاری اجتماعی طاقت اُسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے گی۔ یہ خوشخبری ہے جو قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے دی ہے اور یہ خوشخبری آج بھی صادق آتی ہے اگر اس سے فائدہ اُٹھایا جائے لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ نہ صرف سعودی عرب نے اپنے سرپرستوں کو فوری طور پر مداخلت کی دعوت دی اور ان کی فوجیں یعنی امریکہ کی اور انگلستان کی فوجیں وہاں پہنچنی شروع ہوئیں بلکہ تمام دُنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کو اِنہوں نے ان بڑی طاقتوں کو مجبور کیا یا آمادہ کیا کہ وہ بھی کچھ نہ کچھ حصّہ ڈالیں۔ چنانچہ مشرقِ بعید سے بھی، دور دراز سے کچھ نیول یونٹس یا ہوائی جہازوں کے یونٹس یا کچھ فوجی ہر طرف سے وہاں پہنچنے شروع ہوئے تا کہ تمام دُنیا ایک طرف ہو جائے اور عراق اور اس کا ایک آدھ ساتھی، شرقِ اُردن کو ایک طرف کر دیا جائے اور اب تک یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ سب دفاعی اقدامات ہیں اور خطرات کو پھیلنے سے روکنے کے لئے ان کی حد بندی کی جا رہی ہے۔ دوسرا اس کا پہلو یہ ہے کہ اکثر مسلمان ممالک ان بڑے ممالک کے دباؤ کے نیچے آ کر مجبور ہو چکے ہیں یا اپنی خود غرضیوں کی وجہ سے اس بات پر بطیبِ خاطر شرحِ صدر کے ساتھ آمادہ ہو چکے ہیں کہ وہ بھی اپنی فوجیں وہاں بھیجیں۔ یہاں تک کہ پاکستان کی حماقت کی حدّ ہے کہ پاکستان بھی ان مسلمان ممالک میں شامل ہو گیا ہے جس نے سعودی عرب اپنی فوجیں بھجوانے کا وعدہ کیا ہے یعنی ایسی فوج جو امریکہ اور انگلستان کی فوجوں کے ساتھ مِل کر مسلمان مُلک عراق کے خلاف لڑے گی۔

یہ صورتِ حال بہت زیادہ سنگین ہوتی چلی جا رہی ہے اور یہ خیال کرنا کہ یہ ساری کارروائیاں اور اتنی بڑی تیاریاں صرف سعودی عرب کو بچانے کے لئے کی جا رہی ہیں، بہت پرلے درجے کی حماقت ہو گی۔ اس سے زیادہ سادگی نہیں ہو سکتی کہ انسان یہ خیال کرے کہ اتنے بڑے ہنگامے جو دُنیا میں برپا ہو رہے ہیں، تمام طرف سے Naval Blockadge ہو رہے ہیں اور نہایت خطرناک قسم کے جنگی طیارے جو آج تک کبھی کسی محاذ پر استعمال نہیں ہوئے وہ بھی وہاں پہنچائے جا رہے ہیں اور جدید ترین جنگی ہتھیار وہاں اکٹھے کئے جا رہے ہیں یہ صرف سعودی عرب کو عراق سے بچانے کے

لئے کیا جارہا ہے۔ مجھے جو خطرہ نظر آرہا ہے وہ یہ ہے کہ سعودی عرب کے بہانے عراق کو چاروں طرف سے کلیۃً نہتا کرنے کے بعد اسرائیل کو اجازت دی جائے گی کہ وہ عراق پر حملہ کرے اور Jorden نے اگر یہی رستہ اختیار کیا جو اِس وقت اختیار کئے ہوئے ہے یعنی اپنی مجبوری کی وجہ سے عراق کے ساتھ ہے تو اُن کے لئے یہ بہت بڑا بہانہ موجود ہے کہ اس وجہ سے کہ Jorden ان کے ساتھ شامل نہیں ہو رہا Jorden کو سزا دی جائے اور اس کی سزا یعنی بقیہ آدھی سزا یہ ہوگی کہ جس طرح اُردن کے مغربی کنارے پر یہود قابض ہو گئے، Jorden کے باقی علاقے پر بھی جس حد تک ممکن ہے یہود قابض ہو جائیں اور جس حد تک تیزی کے ساتھ عراق وہاں پہنچ سکتا ہے اُس کے کچھ علاقے پر عراق قابض ہو جائے اور اس کے بعد پھر عراق کو شدید سزا دی جائے۔ اِس ضمن میں یہ خطرہ ہے کہ کچھ عرصے تک یہ دباؤ بڑھایا جائے گا اور بھوک سے مجبور کر کے ان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے گا اور اس دوران اگر کسی وقت مناسب سمجھا گیا تو ایک اشارے پر اسرائیل کو اجازت دی جاسکتی ہے اور یہ سب کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو مسلمان فوجوں کے ساتھ مل کر یہاں حفاظت کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارا تو اس میں دخل ہی کوئی نہیں اور ہمارے اِن فوجی اقدامات کے ساتھ تمام عالمِ اسلام کا اتفاق شامل ہے اور ہماری طرف سے تو کوئی زیادتی نہیں ہوئی، یہ عراق اور اسرائیل کے درمیان کے معاملات ہیں۔ یہ آپس میں طے کرتے رہیں ہم تو بیچ میں دخل نہیں دیں گے اور مسلمان ممالک کی فوجیں چونکہ یہاں مقفل ہو چکی ہوں گی اس لئے دوسرے مسلمان ممالک اگر چاہیں بھی تو الگ ہو کر اسرائیل کے مقابلے کے لئے عراق کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ **اگر یہ نہ ہو تو اس کے علاوہ بھی یہ خطرہ بڑا حقیقی ہے کہ عراق سے ایسا خوفناک انتقام لیا جائے گا کہ اسے پُرزہ پُرزہ کر دیا جائے گا اور جب تک اِن کے انتقام کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوگی، جب تک یہ اُبھرتا ہوا مسلمان مُلک جو اس علاقے میں ایک غیر معمولی طاقت بن رہا ہے اسے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود نہ کر دیا جائے۔**

یہ ارادے پہلے اسرائیل میں پیدا ہوئے ہیں اور مَیں اسرائیل کے جو بیانات پڑھتا رہتا ہوں اُن سے مجھے یقین ہے کہ بہت دیر سے اسرائیل جو یہ پروپیگنڈا کر رہا تھا کہ اسرائیل کو عراق سے خطرہ ہے یہ ساری باتیں اُسی کا شاخسانہ ہیں۔ کسی طرح عراق کو آمادہ کیا گیا کہ وہ کویت پر قبضہ کرے اور پھر یہ سارا سلسلہ جاری ہو۔ یہ اللہ بہتر جانتا ہے لیکن ایسے وقت اتفاقی نہیں ہوا کرتے اور ان کے

پیچھے کچھ محرکات ہوتے ہیں، کچھ زیرِ زمین سازشیں کام کر رہی ہوتی ہیں، کہیں .C.I.A کے ایجنٹ ہیں، کہیں دوسرے ایسے غدار ملک کے اندر موجود ہیں جو غیر ملکی بڑی بڑی طاقتوں کی خواہشات کو عملی جامہ پہنانے میں نہایت حکمت کے ساتھ دبی ہوئی خفیہ کارروائیاں کرتے ہیں اور ان کارروائیوں کا ذکر قرآنِ کریم کی سورۃ الناس میں موجود ہے کہ خنّاس وہ طاقتیں ہیں جو ایک شرارت کا بیج بو کر خود پیچھے ہٹ جاتی ہیں اور کچھ پتا نہیں لگتا کسی کو کہ کہاں سے بات شروع ہوئی، کیوں ہوئی، کوئی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے تو کون ذمّہ وار ہے؟ لیکن درحقیقت ان کے پیچھے بڑی بڑی قومیں ہوا کرتی ہیں۔ پس اس پہلو سے یہ حالات نہایت ہی خطرناک صورت اختیار کر چکے ہیں۔

اب آپ عالمِ اسلام کا تاریخی پس منظر میں جائزہ لے کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کبھی بھی اسلام کی قوت کو بعض مسلمان ممالک کے شامل ہوئے بغیر نقصان نہیں پہنچایا جاسکا۔ ساری اسلامی تاریخ کھلی کھلی اس بات کی گواہ پڑی ہے کہ جب بھی مغربی طاقتوں نے مسلمان طاقت کو اُبھرنے سے روکا ہے یا ویسے کسی ظاہری یا مخفی جنگی کارروائی کے ذریعے اُن کو پارہ پارہ کیا ہے یا نقصان پہنچایا ہے تو ہمیشہ بعض مسلمان ممالک کی تائید ان لوگوں کو حاصل رہی۔

میں اس تاریخ کا مختصر ذکر آپ کے سامنے رکھتا ہوں، صرف نکات کی صورت میں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر کبیر میں الٓمٓرٰ کے اعداد پر بحث کرتے ہوئے یہ نقاب کشائی سب سے پہلے فرمائی کہ ان آیات میں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان اعداد میں اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ کوئی تعلق موجود ہے اور ان کے اعداد ۲۷۱ بنتے ہیں اور ۲۷۱ وہ سال ہیں جو پہلی تین نسلوں کے گزرنے کے سال ہیں جن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے خوشخبری دی تھی کہ یہ نسلیں یعنی میری نسل اور پھر اس کے بعد کی نسل اور پھر اس کے بعد کی نسل یہ مأمون اور محفوظ نسلیں ہیں۔ ان کا بھی کم و بیش وقت ۲۷۱ سال پر جا کر پورا ہوتا ہے۔ یہ وہ خطرناک سال ہے جس میں عالم اسلام کے انحطاط کی بنیادیں کھودی گئیں اور آئندہ سے پھر عالم اسلام میں جو افتراق پیدا ہوا ہے اور مختلف جگہ انحطاط کے آثار پیدا ہوئے ہیں دراصل ان کا آغاز اسی سال میں ہوا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جو دو بڑے اہم واقعات سنگِ میل کے طور پر پیش فرمائے ہیں وہ یہ ہیں کہ ۲۷۱ میں سپین کی اسلامی مملکت نے پوپ کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ بغداد کی حکومت کو تباہ کرنے میں اور ان کو

شکست دینے میں پوپ سپین کی اسلامی مملکت کی تائید کرے گا اور اس زمانے میں چونکہ پوپ کا اثر مغربی سیاسی دنیا پر غیر معمولی طور پر زیادہ تھا بلکہ بعض پہلوؤں سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ پوپ ہی کی حکومت تھی اس لئے یہ ایک بہت ہی بڑا خطرناک معاہدہ تھا اور یہ ایسی سازش تھی جیسے آج سعودی عرب تمام مغربی طاقتوں کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ کرے کہ ایک اسلامی ملک کو تباہ کر دیا جائے اور وہ اسلامی ملک پھر وہی ملک ہو جس کا دارالخلافہ بغداد ہے۔ دوسری طرف بغداد نے ۲۷۲ یا ۲۷۳ ہجری میں قیصرِ روم کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ قیصرِ روم اور بغداد کی حکومت یعنی عراق کی حکومت اُس وقت تو عراق اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ عراق کے علاوہ بھی اسلامی مملکت پھیلی ہوئی تھی، اس لئے اس زمانے کی اسلامی حکومت کو بغداد کی حکومت کہنا ہی زیادہ موزوں ہے تو بغداد کی حکومت اور قیصرِ روم کی طاقت مل کر سپین کی اسلامی مملکت کو تباہ کر دیں گے۔

پس یہ وہ سال ہے جو آئندہ ہمیشہ ہمیش کے لئے مسلمانوں کے امن کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ہلاکتوں کے رستے کھولنے والا سال تھا اور اس کے بعد جب بھی بڑے بڑے واقعات اسلامی مملکتوں پر گزرے ہیں، ہمیشہ غیروں کی سازشوں میں بعض مسلمان ممالک ضرور شامل رہے ہیں۔ ہلاکو خان کے ذریعے ۱۲۵۸ھ میں بغداد کو تباہ کروایا گیا یعنی تقدیر نے کروایا یا جو بھی حالات تھے اُن میں بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ اس وقت المعتصم جو آخری عباسی خلیفہ تھا اور بہت کمزور ہو چکا تھا اُس کے وزیر اعظم نے یا وزیر نے مجھے جہاں تک یاد ہے غالباً وزیر اعظم تھے اور وہ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور وہ المعتصم سے ناراض تھے اس وجہ سے کہ انہوں نے بعض نہایت ظالمانہ کارروائیاں شیعوں کے خلاف کیں۔ یہ درست ہے کہ وہ کارروائیاں ظالمانہ تھیں اُن کا کوئی حق المعتصم کو نہیں پہنچتا تھا لیکن اس کا بدلہ انہوں نے اس طرح اُتارا کہ ہلاکو خان جو اپنے تسخیر کے ایک دورے پر تھا لیکن یہ خوف محسوس کرتا تھا کہ بغداد پر حملہ کرنا شاید معقول نہ ہو اور شاید اس کے اچھے نتائج نہ نکلیں اُس کو اس وزیر نے پیغام بھجوایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اس مملکت کا صرف رعب ہی رعب ہے اندر سے کھوکھلی ہو چکی ہے اور بعض اور ایسے اقدامات کئے جن کے نتیجے میں فوج کو منتشر کروا دیا گیا۔ زیادہ جو فوج رکھی گئی تھی اس کے متعلق بادشاہ کو کہا گیا کہ خزانہ اس کا بار برداشت نہیں کر سکتا اس لئے اس کو کم کر دو۔ کچھ فوج کو ایسی سرحدوں کی طرف بھجوا دیا گیا جہاں سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ غرضیکہ ہلاکو خان کو

دعوت دے کر بلوایا گیا اور وہ جو بے انتہاء خوفناک بربادی بغداد کی اور اس اسلامی حکومت کی ہوئی ہے اس کی تفاصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ اکثر لوگوں نے یہ واقعات سنے ہوں گے اور اس پر بعض درد ناک ناول بھی لکھے گئے۔ بہرحال یہ دنیا کا ایک معروف ترین تاریخی واقعہ ہے یہ واقعہ ۶۳۷ھ میں گزرا ہے اندر سے ہی بعض مسلمانوں نے غیر قوموں سے سازش کر کے بغداد پر حملہ کروایا۔ اس کے بعد تیمور لنگ کے ہاتھوں ۱۳۸۶ھ میں بڑی بھاری تباہی مچائی گئی اور اس وقت بھی مسلمانوں کے نفاق اور افتراق کا نتیجہ تھا کہ تیمور لنگ کو یہ موقعہ میسر آیا کہ وہ ایک دفعہ پھر بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دے اور اس مملکت کو تباہ و برباد کر دے۔

تیسری دفعہ ترکوں کے ہاتھوں ۱۶۳۸ھ میں بغداد کی حکومت کو برباد کیا گیا اور یہ بھی ایک مسلمان حکومت تھی جو مسلمان حکومت کے خلاف برسر پیکار تھی۔ اس کے بعد ترکوں کی حکومت کو برباد کرنے کے لئے انگریزوں نے سعودی عرب کے اُس خاندان اور سعودی عرب کے اُس فرقے سے مدد حاصل کی جو اس وقت سعودی عرب پر قابض ہے اور اس زمانے میں کویت جس پر اب عراق نے حملہ کیا ہے ان کا نمایاں طور پر مدد و مددگار تھا۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے یعنی اگر سعودی عرب کے موجودہ خاندان کو جو ایک سیاسی خاندان تھا اور ان کا قبیلہ اور فرقہ وہابیہ اکٹھے ہو کر انگریز کی تائید نہ کرتے اور اگر کویت میں بسنے والے قبائل اِن کی مدد نہ کرتے تو ترکی کی حکومت کو عالمِ اسلام سے ختم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ عرب ازم کے تصور کو اُٹھایا گیا اور بھی بہت سی کارروائیاں ہیں۔ یہ لمبی کہانی ہے مگر اس وقت بھی ایک غیر طاقت نے بعض مسلمانوں کو استعمال کر کے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی حکومت کو برباد کیا یعنی پہلے ترکی نے بغداد کی حکومت کو تباہ کیا پھر کویت اور سعودی عرب کے علاقے میں بسنے والے مسلمانوں کی مدد سے ترکی کی حکومت کو تباہ و برباد کروایا گیا۔

اب پھر ویسے ہی حالات درپیش ہیں۔ اب پھر سعودی عرب کی مدد سے اور تائید سے اور اردگرد کی ریاستوں کی تائید اور مدد کے ساتھ ایک بڑی اسلامی مملکت کو بہت ہی سخت خطرہ درپیش ہے اور جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے **ان قوموں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس دفعہ عراق کو ایسی خوفناک سزا دی جائے اور ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ پھر بیسیوں سال تک کوئی مسلمان ملک ان قوموں کے خلاف سر اُٹھانے کا یا ان سے آزادی کا تصور بھی نہ کر سکے اور اس میں سب سے بڑا محرک اسرائیل**

ہے کیونکہ اسرائیل بڑے عرصے سے یہ شور مچا رہا ہے کہ ہمیں عراق کی طرف سے کیمیائی حملے کا خطرہ ہے اور ہماری چھوٹی سی ریاست ہے اگر عراق کیمیاوی حملہ کرے تو ہم صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے ہیں۔

پس جو بھی خطرہ تھا وہ حقیقی تھا یا غیر حقیقی اور اس کی ذمہ داری کس پر ہے اس بحث میں جائے بغیر یہ بات بہر حال قطعی اور یقینی ہے کہ سب سے بڑا ان حالات کا محرک اسرائیل ہے اور اسرائیل کے مفادات ہیں اور اس وقت تمام عالمِ اسلام گویا اسرائیل کے مفادات کی حفاظت کے لئے کھڑا ہو چکا ہے اور اس کے مقابل پر ایک ایسے اسلامی ملک کو برباد کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے جس کی یقیناً بعض حرکتیں غیر اسلامی تھیں اور تقویٰ اور انصاف کے خلاف تھیں لیکن اس کے باوجود اس بات کا سزاوار تو نہیں کہ اُس کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے اور برباد کر دیا جائے۔ انصاف کے خلاف ساری دنیا میں حرکتیں ہو رہی ہیں۔ اس سے بہت زیادہ حرکتیں ہو رہی ہیں اور کوئی بڑی طاقت اُس کے لئے اپنی چھوٹی اُنگلی بھی نہیں ہلاتی۔ **اس لئے جو کچھ یہ کر رہے ہیں یہ انصاف کی خاطر نہیں کر رہے۔ گہری دشمنیاں ہیں بعض انتقامات انہوں نے لینے ہیں اور یہ حملہ حقیقت میں اسلام پر حملہ ہے۔** گو بظاہر ایک ایسے اسلامی ملک پر حملہ ہے جس کی اپنی حرکتیں بھی اسلامی نہیں رہیں۔ پس یہ دشمنیاں بہت گہری ہیں اور تاریخی نوعیت کی ہیں اور یہ فیصلے بہت اونچی سطح پر کئے گئے ہیں کہ اس وقت ساری دنیا میں سب سے بڑی طاقت کے طور پر عراق اُبھر رہا ہے۔ اگر اسے اُبھرنے دیا گیا تو بعید نہیں کہ یہ اردگرد کی ریاستوں کو ہضم کرنے کے بعد ایک متحد عالمِ اسلام مشرقِ اوسط میں پیدا کر دے جس میں ساری دنیا کی تیل کی دولت کا ایک معتد بہ حصّہ موجود ہو اور اقتصادی لحاظ سے اس میں یہ صلاحیت موجود ہوگی کہ وہ باقی تمام باتوں میں بھی خود کفیل ہو جائے اور پھر غیر معمولی بڑی فوجی طاقت بن کر اُبھرے یہ ان کے خطرات ہیں۔ خطرات کچھ بھی ہوں آج سب سے بڑا خطرہ جو عالمِ اسلام کو دکھائی دینا چاہئے وہ یہ ہے کہ مسلمان ممالک کی تائید اور نصرت اور پوری حمایت کے ساتھ ایک اُبھرتی ہوئی اسلامی مملکت کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے اور خود اس میں اس مملکت کے اربابِ حل وعقد ذمہ دار ہیں۔ ایسی صورت میں کیا ہوسکتا ہے؟

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی بھی وقت اتنا نہیں گزر چکا کہ حالات کو سنبھالا نہ جاسکتا ہو لیکن مسلمانوں کے لئے سوائے اس کے کہ خدا اور رسول کی طرف لوٹیں اور کوئی نجات اور امن کی راہ نہیں

ہے۔ جہاں تک عراق کا تعلق ہے ان کے لئے سب سے پہلی بات تو یہ ضروری ہے کہ اسلامی اخلاق کو مجروح نہ کریں اور زیادہ دنیا میں اسلام کو تضحیک کا نشانہ نہ بنائیں۔ وہ غیر ملکی جو اس وقت ان کی پناہ میں ہیں خواہ ان کا تعلق امریکہ سے ہو یا انگلستان سے ہو یا پاکستان سے ہو اُن کو کھلی آزادی دیں کہ جہاں چاہیں جائیں ہمارا تم پر کوئی حق نہیں ہے۔ ہماری ان ملکوں سے اگر لڑائیاں ہیں تو ہم اُس سے نپٹیں گے یا اپنے معاملات کو طے کریں گے مگر تم اپنی ذات میں معصوم ہو اور ہماری امانت ہو اور امر واقعہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم کی رُو سے ہر غیر ملکی اس ملک میں امانت ہوا کرتا ہے جس میں وہ کسی وجہ سے جاتا ہے۔ خواہ اس ملک کی اس غیر ملکی کے ملک سے لڑائی بھی چھڑ جائے تب بھی وہ امانت رہتا ہے۔ پس اس امانت میں خیانت کا نہایت ہولناک نتیجہ نکلے گا ان کی انتقام کی آگ جو پہلے ہی بھڑک رہی ہے وہ اتنی شدّت اختیار کر جائے گی کہ وہ لکھوکھہا معصوم مسلمانوں کو بھسم کر کے رکھ دے گی۔ حکومت کے سربراہ اور اس سے تعلق رکھنے والے تو چند لوگ ہیں جو مارے جائیں گے۔ وہ مسلمان معصوم عوام مارے جائیں گے، جنگ کے ایندھن بھی وہی بنیں گے اور جنگ کے بعد کے انتقامات کا نشانہ بھی انہیں کو بنایا جائے گا اس لئے سوائے اس کے کہ عراق کی حکومت تقویٰ سے کام لیتے ہوئے اسلامی تعلیم کی طرف لوٹے اس کے لئے امن کی کوئی راہ کھل نہیں سکتی۔ یہ قدم اُٹھائے اور دوسرے عالمِ اسلام کو یہ پیغام دے کہ مَیں پوری طرح تیار ہوں تم جو فیصلہ کرو میں اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں اور ہر گارنٹی دیتا ہوں کہ کویت سے مَیں اپنی فوجوں کو واپس بلاؤں گا۔ امن بحال ہو گا لیکن شرط یہ ہے کہ فیصلہ عالمِ اسلام کرے اور غیروں کو اُس میں شامل نہ کیا جائے۔ اگر یہ تحریک زور کے ساتھ چلائی جائے اور عالمِ اسلام کے ساتھ جس طرح ایران سے صلح کرتے وقت نہایت لمبی جنگ کے اور خونریزی کے بعد جس میں Millions ہلاک ہوئے یا زخمی ہوئے جو علاقہ چھینا تھا وہ واپس کرنا پڑا۔ اگر یہ ہوسکتا ہے تو خونریزی سے پہلے کیوں ایسا اقدام نہیں ہوسکتا اس لئے دوسرا قدم عراق کے لئے ضروری ہے کہ کویت سے اپنا ہاتھ اُٹھالے اور عالمِ اسلام کو یقین دلائے کہ جس طرح مَیں نے ایران سے صلح کی ہے اسلام دشمن طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کی خاطر ان کے ظلم سے بچنے کے لئے مَیں تم سب سے صلح کرنی چاہتا ہوں اور یہ ظلم صرف ہم پر نہیں ہوگا بلکہ سارے عالمِ اسلام پر ہوگا۔ اسلام کی طاقت بیسیوں سال تک بالکل کچلی جائے گی اور اسلامی مملکتیں پارہ پارہ ہو جائیں گی اور کاملۃً غیروں

پر ان کو انحصار کرنا پڑے گا۔ اتنے خوفناک بادل اس وقت گرج رہے ہیں اور ایسی خوفناک بجلیاں چمک رہی ہیں کہ اگر ان لوگوں کو نظر نہیں آ رہیں تو مَیں حیران ہوں کہ کیوں ان کو دکھائی نہیں دیتیں، نہ ان کو ان کا شور سنائی دے رہا ہے، نہ ان کو خطرات دکھائی دے رہے ہیں اور جاہلوں کی طرح دو حصوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہوئے ہوئے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ عراق یہ پیغام دے اور بار بار یہ پیغام ریڈیو ٹیلی ویژن کے اور پر نشریات کے ذریعہ تمام عالمِ اسلام میں پہنچایا جائے کہ ہم واپس ہونا چاہتے ہیں۔ ہم اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے عالمِ اسلام کی عدالت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں لیکن اس میں غیروں کو شامل نہ کرو۔

یہ ایک ایسی اپیل ہے جس کے نتیجے میں تمام مسلمان رائے عامہ اتنی شدت کے ساتھ عراق کے حق میں اُٹھے گی کہ یہ حکومتیں جو ارادةً بدنیتوں کے ساتھ بھی غیروں کے ساتھ تعلقات بڑھانے پر مجبور ہیں وہ بھی مجبور ہو جائیں گی کہ اس اپیل کا صحیح جواب دیں اور اگر نہیں دیں گی تو پھر اگر یہ خدا کی خاطر کیا جائے اور خدا کی تعلیم کے پیش نظر اسلامی تعلیم کی طرف لوٹا جائے تو اللہ تعالیٰ خود ضامن ہو گا اور یقیناً اللہ تعالیٰ عراق کی ان خطرات سے حفاظت فرمائے گا جو خطرات اس وقت عراق کے سر پر منڈلا رہے ہیں۔

ہماری تو ایک درویشانہ اپیل ہے، ایک غریبانہ نصیحت ہے اگر کوئی دل اسے سُنے اور سمجھے اور قبول کرے تو اس کا اس میں فائدہ ہے کیونکہ یہ قرآنی تعلیم ہے جو مَیں پیش کر رہا ہوں اور اگر تکبر اور رعونت کی راہ سے ہماری اس نصیحت کو ردّ کر دیا گیا تو مَیں آج آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ اتنے بڑے خطرات عالمِ اسلام کو درپیش ہونے والے ہیں کہ پھر مدتوں تک سارا عالمِ اسلام نوحہ کناں رہے گا اور روتا رہے گا اور دیواروں سے سر ٹکراتا رہے گا اور کوئی چارہ نہیں ہوگا، کوئی پیش نہیں جائے گی کہ ان کھوئی ہوئی طاقتوں اور وقار کو حاصل کر لیں جو اس وقت عالمِ اسلام کا دنیا میں بن رہا ہے اور بن سکتا ہے۔ عملاً اس وقت مسلمان ممالک ایک ایسی منزل پر پہنچ چکے ہیں جہاں سے اگر خاموشی اور حکمت کے ساتھ اور فساد مچائے بغیر وہ قدم آگے بڑھائیں تو اگلے دس یا پندرہ سال کے اندر عالمِ اسلام اتنی بڑی طاقت بن سکتا ہے کہ غیر اس کو ٹیڑھی نظر سے نہیں دیکھ سکیں گے اور چاہیں بھی تو ان کی پیش نہیں جائے گی اور اگر آج ٹھوکر کھائی، آج غلطی کی تو ایک ایسی خطرناک منزل ہے کہ یہاں سے پھر

ٹھوکر کھا کر ایک ایسی غار اور ایسی تباہی کے گڑھے میں بھی گر سکتے ہیں جہاں سے پھر واپسی ممکن نہیں رہے گی۔

اس کے ساتھ ہی میں جماعت کو تلقین کرتا ہوں کہ وہ بہت ہی سنجیدگی اور دردِ دل کے ساتھ دعائیں کریں۔ مسلمان ممالک ہم سے جو بھی زیادتیاں کرتے ہیں یا کرتے رہے ہیں یا آئندہ کریں گے یہ ان کا کام ہے کہ وہ خدا کو خود جواب دیں گے مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا ہم اسلام کے وفادار ہیں اور اسلامی قدروں کے وفادار ہیں ہمیں اس بات سے کوئی خوف نہیں کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے کسی مسلمان ملک کی غلطی کی نشاندہی کر کے اُس سے عاجزانہ درخواست کریں کہ اپنی اصلاح کرو اور اُس کے نتیجہ میں خواہ وہ ہمارا دشمن ہو جائے یا ہم سے بعد ازاں انتقامی کارروائیوں کی سوچے۔ ہمیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ ہمارا یہ طرز عمل خالصۃً للہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آج اسلام کی روح قرآن اور سنتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم میں ہے۔ اگر قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے محبت ہے تو لازماً اس روح کی ہمیں حفاظت کرنی ہوگی اور اس روح کی حفاظت کے لئے تمام دنیا کے احمدی ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ حق بات کہنے سے وہ باز نہیں آئیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو حق بات سے باز نہیں رکھ سکتی اور ایسی حق بات جو سراسر کسی کے فائدہ میں ہو۔ اگر اس سے کوئی ناراض ہوتا ہو پھر ہماری پناہ ہمارے خدا میں ہے ہمارا توکل ہمارے مولیٰ پر ہے اور ہمیں دینا کی سیاستوں سے کوئی خوف نہیں۔

اس ضمن میں مَیں آپ کو ایک خوشخبری بھی دینی چاہتا ہوں کہ جو نصیحت مَیں نے کی ہے یہ نصیحت حقیقت میں آج میرے مقدر میں تھی کہ میں ضرور کروں اور خدا نے اس کا آج سے بہت پہلے فیصلہ کر لیا تھا چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام حمامۃ البشریٰ میں لکھتے ہیں:

وإن ربی قد بشّرنی فی العرب، وألهمَنی أن أمونهم وأُريهم طريقهم وأُصلح شؤونهم، وستجدونی فی هذا الأمر إن شاء الله من الفائزين. (حمامۃ البشریٰ روحانی خزائن صفحہ:۱۸۲)

یعنی میرے ربّ نے عرب کی نسبت مجھے بشارت دی ہے اور الہام کیا ہے کہ میں ان کی خبر گیری کروں اور ٹھیک راہ بتاؤں اور ان کا حال درست کروں اور انشاء اللہ آپ مجھے اس معاملہ میں

کامیاب و کامران پائیں گے۔

پس خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس فریضہ کی ادائیگی پر مأمور فرمایا آج آپ کے ادنیٰ غلام کی حیثیت سے میں آپ کی نمائندگی میں اس فریضے کو ادا کر رہا ہوں اور میں اس الہام کی خوشخبری کی روشنی میں تمام عالمِ اسلام کو بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ ان عاجزانہ، غریبانہ نصیحتوں پر عمل کریں گے تو بلا شبہ کامیاب اور کامران ہوں گے،اور دنیا میں بھی سرفراز ہوں گے اور آخرت میں بھی سرفراز ہوں گے لیکن اگر خدانخواستہ انہوں نے اپنے عارضی مفادات کی غلامی میں اسلام کے مفادات کو پرے پھینک دیا اور اسلامی تعلیم کی پرواہ نہ کی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو دنیا اور خدا کے عذاب سے بچا نہیں سکے گی۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کرے اور ہمارے دل کو فرحت نصیب فرمائے اور ہماری تمام بے قراریاں اور کروب دور فرمائے جن میں آج مجھے یقین ہے کہ ہر احمدی کا دل مبتلا ہے۔ آمین۔